درس حدیث

حفاظتِ حدیث اور صحابہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

مولانا عبداللطیف مدنی (استاذ الحدیث جامعہ عربیہ چنیوٹ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی اور اس کی صداقت کا بیان جون ۲۰۰۹ء کے شمارے میں ہو چکا ہے، نیز حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت اور اس کا اصولِ اسلام میں سے ہونا روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا ہے لیکن منکرینِ حدیث کا یہاں ایک مغالطہ ہے جس کا ازالہ ضروری ہے۔

مغالطہ:

منکرین حدیث کہتے ہیں کہ احادیث تیسری صدی ہجری میں مدون کی گئی ہیں اس لیے یہ اعتماد نہیں کہ وہ اصلی صورت پر باقی رہی ہوں، وہ ہم تک قابلِ اعتماد ذرائع سے نہیں پہنچیں۔

جواب:

یہ مغالطہ بے بنیاد ہے اس لیے کہ تیسری صدی ہجری تو تدوین حدیث کا دورِ شباب ہے سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ عہدِ رسالت سے لے کر اب تک حدیث کی حفاظت کا کیا اہتمام ہوا، صرف کتابت ہی حفاظتِ حدیث کا ذریعہ نہیں بلکہ اس کے علاوہ بھی قابلِ وثوق اور لائق اعتماد ذرائع ہیں یہ بات یقینی ہے کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ میں حدیث کی حفاظت کے لیے تین طریقے استعمال کئے گئے ہیں۔ (۱) حفظ حدیث (۲) تعامل (۳) کتابت ان کی قدرے وضاحت کی جاتی ہے۔

حفظ حدیث:

حدیث کی حفاظت کا پہلا طریقہ احادیث کو حفظ (یاد) کرنا ہے۔ عہد نبوی میں احادیث کو محفوظ رکھنے کا یہ اہتمام تھا کہ صحابہ کرام احادیث کا دور کرتے تھے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے احادیث سنتے رہتے تھے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھتے تو ہم آپس میں احادیث کا دور کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک آدمی کل احادیث بیان کرتا پھر دوسرا پھر تیسرا۔ اکثر اوقات مجلس میں ساٹھ ساٹھ آدمی ہوتے تھے اور ساٹھوں باری باری سے بیان کرتے تھے اس کے بعد ہم اٹھتے تھے تو احادیث اس طرح ذہن نشین ہو جاتی تھیں کہ گویا وہ ہمارے دلوں میں بو دی گئیں ہیں۔ (مجمع الزوائد ۱۶۱)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

اِنَّا کُنَّا نَحفَظُ الْحدِیْثَ وَالْحدِیْثُ یُحفَظُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الخ (مقدمہ صحیح مسلم ص ۱۰)

اور یہ طریقہ اس دور کے لحاظ سے نہایت لائق اعتماد اور قابل وثوق تھا۔

اہل عرب کا حافظہ ویسے ہی ضرب المثل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو غیر معمولی حافظے عطا فرمائے تھے وہ صرف اپنے ہی نہیں بلکہ اپنے گھوڑوں کے نسب نامے یاد کرلیا کرتے تھے، ایک ایک شخص کو ہزاروں اشعار یاد ہوتے تھے اور بسا اوقات کسی بات کو ایک بار سن کر یاد دیکھ پوری طرح یاد کر لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق گفتگو چلی اور اختلاف پیدا ہوا تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس نے مصرعہ یوں پڑھا تھا جو مخاطب تھا۔ اس نے پوچھا کہ آپ کو پہلی دفعہ سننے سے وہ مصرعہ یاد ہو گیا ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ صرف یہ ایک مصرعہ نہیں۔ بلکہ مجھے ستر اشعار کا پورا قصیدہ ایک مرتبہ سننے سے یاد ہو گیا ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت جعفر بن عمرو بن امیہ بنان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ عبیداللہ بن عدی بنا الخیار کے ساتھ حضرت وحشی رضی اللہ عنہ ملنے گیا عبیداللہ ان سے پوچھا کہ کیا آپ مجھے پہنچانتے ہیں؟ تو حضرت وحشی ؓ نے فرمایا کہ میں آپ کو پہچاننا تو نہیں البتہ مجھے اتنا تو یاد ہے کہ آج سے سالہا سال پہلے میں ایک دن عدی بن الخیار نامی ایک شخص کے یہاں گیا تھا اس عدی کے یہاں ایک بچہ پیدا ہوا تھا میں اس بچے کو چادر میں لپیٹ کر اس کی مرضعہ (دودھ پلانے والی) کے پاس لے گیا تھا بچہ کا سارا جسم ڈھکا ہوا تھا صرف پاؤں میں نے دیکھے تھے تمہارے پاؤں اس بچہ کے پاؤں کے ساتھ بہت مشابہ ہیں۔ انھوں نے اس کی تصدیق کر دی۔ اندازہ کیجئے اُن لوگوں کو اتنی معمولی باتیں بھی برسوں یاد رہتی تھیں۔

اسی طرح حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب ''الاصابہ'' میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے گورنر عبدالملک بن مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی شہرت سن کر ان کا امتحان لینا چاہا اور انہیں بلا کر احادیث بیان کرنے کی درخواست کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت سی احادیث سنائیں ایک کاتب ان کو پردے کے پیچھے لکھتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چلے گئے۔ عبدالملک نے اگلے سال انہیں پھر بلوایا اور ان سے کہا کہ جو احادیث آپ نے پچھلے سال لکھوائی تھیں وہی احادیث انہی ترتیب کے ساتھ سنائیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پھر احادیث سنانی شروع کیں۔ کاتب اپنی کتاب سے ان کا مطالعہ کرتا رہا کسی ایک حرف ایک لفظ ایک شوشہ کی تبدیلی نہیں کی۔ انتہا یہ ہے کہ ترتیب بالکل وہی تھی اور کوئی حدیث مقدم موخر نہیں ہوئی۔ اس قسم کے حیرت انگیز واقعات اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو غیر معمولی حافظے حفاظتِ حدیث کے لیے عطا فرمائے۔

ان حضرات صحابہؓ کی یادداشت اور قوتِ حافظہ کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

انتہائی محبت تھی اور انتہائی محبت میں یہ ہوتا ہے کہ محبوب کی باتیں اور ادائیں ایک مرتبہ سننے اور دیکھنے سے یاد ہو جاتی ہیں اور بھولتی نہیں جیسے ماں باپ کو بچوں سے محبت ہوتی ہے تو بچپن کی توتلی زبان کی باتیں انہیں برسوں یاد رہتی ہیں اور صحابہ کرامؓ کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق ومحبت کی مثال نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ ان کے کمال ایمان کی گواہی دے دی ہے اور کسی کا ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا، جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سب چیزوں پر غالب نہ ہو جائے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے ''**لایؤمن احدکم حتّٰی اکون احبّ الیہ من والدہ وولدہٖ والناس اجمعین**''، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی اس وقت تک مؤمن (کامل) نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کو اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

صحابہ کرام کی محبت کے چند شواہد:

(۱) حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو شہادت کے وقت سولی پر لٹکانے کے لیے جب لایا گیا تو ابوسفیان نے (جو بعد میں رضی اللہ عنہ کا مصدق ہے) کہا: صرف اتنا لفظ زبان سے کہہ دو کہ ''کاش میری جگہ محمد رسول اللہ ہوتے'' تو تمہیں چھوڑ دیا جائے گا لیکن کسی کی محبت میں تختۂ دار جس کے لیے تیار کیا گیا تھا جانتے ہو اس کی زبان سے کیا لفظ نکلا۔ کہا! **واللّٰہ مااحب ان محمداً صلی اللّٰہ علیہ وسلم الاٰن فی مکانہ الذی ھو فیہ تصیبہ شوکۃ وانا جالس فی اھلی (الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ ''قاضی عیاض'')** بخدا مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس جگہ اب تشریف فرما ہیں اس جگہ آپ کو کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں:

یہ سب کچھ ہے گوارا پر یہ ہو نہیں سکتا
ان کے پاؤں کے تلوے میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے

اس جان گداز فقرے کو سن کر پتھر دل مجمع تڑپ گیا ابوسفیان کو اقرار کرنا پڑا اور اقرار صرف اس کے متعلق نہیں جس سے یہ فقرہ سنا گیا بلکہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق ابوسفیان کا اقرار ہے:

''**مارأیت من الناس احد یحب احمداً کحب اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم محمداً صلی اللّٰہ علیہ وسلم**''

محمد کے صحابہ محمد کے ساتھ جس قدر محبت کرتے ہیں میں نے ایسی محبت کسی کے ساتھ کرتے نہیں دیکھا۔

(۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہمیں مال، اولاد، والدین اور پیاس میں ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ عزیز تھی۔

(۳) سن چھے ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مشرکین مکہ نے عمرہ کرنے سے روکا تو پھر وفود کے واسطہ سے بات چیت شروع ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ قریش مکہ پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکل آئے ہیں اور پانی کی جگہوں پر انھوں نے قبضہ کرلیا ہے وہ ہرگز آپ کو نہ چھوڑیں گے کہ آپ مکہ مکرمہ میں داخل ہوں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم کسی سے جنگ کرنے نہیں آئے عمرہ کرنے کے لیے آئے ہیں اگر کوئی ہمیں عمرہ کرنے سے روکے گا تو پھر ہم قتال کریں گے۔ جانبین سے نمائندوں کی آمد ورفت جاری رہی۔ ایک مرتبہ قریش کے بڑے نمائندے عروۃ بن مسعود جو اپنی قوم کے سردار تھے نے قریشی سرداروں سے کہا کہ میں جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتا ہوں معاملہ حل، صحیح اور درست ہوجائے گا۔

چنانچہ عروہ بن مسعود گفتگو کے لیے حاضر ہوا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس کی نرم و گرم باتیں ہوتی رہیں۔ اسی دوران عروہ' صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات کا مشاہدہ کرتا رہا اس نے دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو فرماتے تو سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنی آوازیں پست کر لیتے اور جب آپ وضو فرماتے تو وضو سے گرنے والے پانی پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ٹوٹ پڑتے اور اپنے چہروں پر مل لیتے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوکا بھی تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسے اپنے ہاتھوں پر لے کر اپنے چہروں سے مل لیا عروہ نے واپس جا کر قریش سرداروں کو جو رپورٹ پیش کی وہ سننے کے قابل ہے۔ اس نے بیان کیا کہ میں بڑے بڑے شاہی درباروں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس جا چکا ہوں۔ خدا کی قسم میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا جس کی قوم اس پر اس طرح فدا ہو جیسے اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پر فدا ہیں۔ میرا مشورہ یہ ہے کہ تم ان کی صلح والی بات مان لو مگر لوگوں نے کہا کہ ہم یہ بات نہیں مان سکتے مگر بالآخر ماننے پر مجبور ہوگئے تھے میں (کاتب) عرض کرتا ہوں کہ جانی دشمن بھی صحابہ کرام کی والہانہ محبت کا اقرار کرتا ہے۔ **والفضل ما شھدت بہ الاعداء**

(۴) ایک انصاری خاتون کے باپ، بھائی اور شوہر غزوہ احد میں شہید ہوگئے۔ اس خاتون کو باری باری ان حادثوں کی خبر ملتی رہی، ہر بار صرف یہ پوچھتی جاتی ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا بخریت ہیں۔ اس خاتون نے کہا مجھے چہرہ انور دکھلا دو اس نے پاس آ کر چہرہ مبارک دیکھا اور بے اختیار پکار اٹھی جب آپ زندہ وسلامت ہیں تو تمام مصیبتیں ہیچ ہیں۔

کہا چل کر دکھا دو مجھ کو صورت کملی والے کی
کہ ان تاریک آنکھوں کو ضرورت ہے اجالے کی

بڑھ کے اس نے رخِ انور کو جو دیکھا تو کہا
آپ سالم ہیں تو پھر ہیچ ہیں سب رنج و الم
میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی اور بھی فدا
اے شہِ دین تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

(۵) حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ ایک باغ میں تھے، کسی نے آکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصال کی خبر سنائی فوراً آنکھیں بند کرلیں اور رب العالمین کی بارگاہ میں عرض کی۔ خدایا جن آنکھوں سے میں نے محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جمالِ جہاں آرا دیکھا ہے۔ اب ان سے کسی دوسرے کو دیکھنا نہیں چاہتا مجھ سے میری بصارت لے لے چنانچہ ان کی بینائی جاتی رہی۔

مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر چند باتیں ذکر کی ہیں ان تمام واقعات سے واضح معلوم ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے مثال محبت تھی۔

غور کرنے کی بات ہے کہ ان حضرات کے نزدیک اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی کیا قدر و قیمت ہوگی وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال یاد رکھنے کا کتنا اہتمام کرتے ہونگے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کا صحیح اندازہ بھی بعد میں آنے والے بیچاروں کو کب ہوسکتا ہے۔ خصوصاً جب یہ بھی دیکھا جائے کہ جس جمالِ دلفروز کے نظارہ سے دیدہ و دل کی روشنی کا سامان ان کو میسر ہوا کرتا تھا۔ اب وہی ان کی نظروں سے پردہ میں جا چکا تھا۔ جس شمع عالم افروز پر پروانہ وار جان نثار کا منظر وہ رات دن پیش کیا کرتے تھے وہی شمع فروزاں اب محفل سے اٹھائی جا چکی تھی۔ جس چہرہ انور کی زیارت ان کے ہر درد کی درماں تھی وہی ان کے سامنے سے اوجھل ہوگیا تھا ایسے حالات میں ان کے زخمِ دل اور داغِ جگر کا مداوا حدیث یار کے تکرار کے سوا ہو بھی کیا سکتا تھا۔ آج لوگوں کو تعجب ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک حدیث کے لیے مہینہ بھر کی طویل مسافت کیسے طے کرلیا کرتے تھے، وہ طلبِ حدیث کے شوق میں گرما وسرما کی شدتوں سے بے پرواہ کیسے ہوگئے تھے۔ بیان حدیث کے دوران جب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی زباں پر آجاتا ان کا رنگ کیونکر بدل جاتا تھا ان پر گریہ وزاری، رقت و بے قراری کی کیفیت کس لیے طاری ہوجاتی تھی ان کے بدن پر لرزہ کیوں طاری ہوجاتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق نبوی کی...... جو آگ ان کے دلوں میں لگا دی گئی تھی اس کا نتیجہ اس کے سوا ہو بھی کیا سکتا تھا۔

☆☆☆